داستان رتن پدم

ڈاکٹر مسز صفیہ جاریہ انیس
پوسٹ ڈاکٹرل فیلو
شعبۂ فارسی - علی گڈھ مسلم یونیورسٹی
علی گڈھ

قسط نمبر ۲

داستان کا آخری حصہ جو علاء الدین خلجی (سنہ ۱۲۹۶ء تا ۱۳۱۶ء) کے چتوڑ کے محاصرہ رتن سین کی موت اور پدماوتی کی ستی پر مشتمل ہے تاریخی حیثیت کا حامل ہے (۱) اس داستان کے ماخذ کے بارے میں بزمی لکھتا ہے۔

از سفرہ کہ پیش تو کشیدم — از سفرۂ کس بہ ریزہ چیدم (۲)

لیکن کسی کا نام نہیں لیا ہے اور نہ ہی کوئی اشارہ دیا ہے۔ اس داستان کو سب سے پہلے ملک محمد جائسی نے شیر شاہ سوری کے عہد (سنہ ۱۵۳۸ء تا ۱۵۴۵ء) میں اودھی زبان میں منظوم لکھا اور اس کا نام "پدماوت" رکھا۔ جائسی کی یہ مثنوی ادبیات ہندی کا عالی ترین شاہکار ہے (۳) جائسی کی سن پیدائش میں اختلاف ہے کچھ لوگ سنہ ۹۰۰ھ بتاتے ہیں کچھ سنہ ۸۷۰ھ بتاتے ہیں اور کچھ سنہ ۸۰۰ھ سے ۹۰۰ھ کے درمیان بتاتے ہیں وہ بمقام جائس پیدا ہوئے

(۱) ایضاً ص ۹ (۲) ایضاً ص ۱۳ (۳) ص ۹-۱۰

جائس اتر پردیش کے ضلع رائے بریلی میں لکھنؤ سے ۷۶ میل شمال کی جانب اب بھی موجود ہے وہاں کنچانا خورد کے محلے میں جائسی کی جای پیدائش ہے (۱) جائسی نے "پدماوت" میں مقام جائس کی بہت تعریف کی ہے۔

ملک محمد جائسی ایک صوفی شاعر تھے راہ سلوک کی منزلوں کو طے کرنے میں مختلف صوفیوں سے رہنمائی پائی تھی۔ یوسف ملک پہلے انسان تھے جنہوں نے ان کو اسرار الٰہی سے آگاہ کیا تھا سید اشرف نے راہ راست سے بھٹکنے پر ہدایت کی روشنی دکھائی۔ پیر مہدی کے سامنے بھی زانوی شاگردی تہہ کیا۔ ان کے علاوہ سالار میاں سلونے اور بڑے شیخ جی کی مہربانی و رہنمائی حاصل رہی۔ (۲)

جائسی کی تصنیفات سے خود ان کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بدصورت انسان تھے اور ایک آنکھ کے نہ ہونے پر ان کی بدصورتی میں اور اضافہ ہوگیا تھا۔ ان کی بدصورتی کو دیکھ کر لوگ ہنس پڑتے تھے مگر جب ان کی باتیں سنتے تھے تو ان لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے اور جو ان کے اشعار پڑھتا یا سنتا تھا تو اس پر مدہوشی چھا جاتی تھی۔ اور ان کے قدموں پر سر رکھ دیتا تھا۔ (۳)

آچاریہ شکل جی پہلے انسان ہیں جنہوں نے جائسی کی پدماوت سے سب کو روشناس کرایا۔ انھوں نے سنہ ۱۹۲۴ء میں "کاشی نگری پرچارنی سبھا" (
) سے پہلی بار پدماوت کو چھپوایا (۴) وہ اس کی زبان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ اودھی زبان میں لکھی گئی ہے مگر ادبی زبان سے زیادہ پدماوت میں عوامی

---

(۱) ڈاکٹر راج دیو سنگھ اور شاہین "سچھیپت پدماوت" ص ۱۰ (۲) ایضاً ص ۱۲

(۳) واسدیو شرن "پدماوت" "ملک محمد جائسی" ص ۴۸

(۴) ایضاً ص ۱۳۔

بول چال کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے گویا جائسی نے ادبی زبان میں روایتی انداز کو نئے طریقے سے پیش کیا ہے ان کا یہ عجیب وغریب انداز "پدماوت" پر چھایا ہوا ہے۔ (۱) جس سے اس مثنوی کی چاشنی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

جائسی کو سرزمین ہند سے بڑی محبت تھی۔ ہندوستانی عوام کے دلوں کے وہ بہت نزدیک تھے۔ سیدھے سادے سطحی ذہنیت رکھنے والے گاؤں کے انسانوں سے بھی وہ بہت متاثر ہو جاتے تھے۔ ان کے خیالات وجذبات کا اظہار انھوں نے اپنی شاعری میں کیا ہے۔ اگرچہ وہ مسلمان صوفی شاعر تھے لیکن ہندو اور مسلمان دونوں ان سے ایک سی عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ (۲) انھوں نے اپنے کلام میں کہیں پر بھی ذات وفرقہ کا ذکر نہیں کیا۔ "پدماوت" میں رتن سین اور علاؤالدین کی جنگ دو ذات والوں کی ٹکر نہیں تھی بلکہ دو اصولوں کی ٹکر تھی جو انسانی زندگی کا لازمی جزو ہے۔ ہندوؤں کو ان سے عقیدت کی خاص وجہ یہ تھی کہ ان کی شاعری اور ان کے خیالاتِ مذہبی تعصب اور نفرت سے پاک تھے۔ گویا وہ اپنے زمانے کے گرو نانک تھے کہ مسلمان انھیں مسلمان اور ہندو انھیں ہندو سمجھتے تھے۔

"پدماوت" کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے ہندو مذہب کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ دیوتاؤں کے نام، مندروں میں عبادت کا طریقہ اور رسوم کی ادائیگی کا ذکر اس طرح کیا ہے گویا وہ خود ان جگہوں پر جاتے تھے۔ کنور محمد اشرف نے اس سلسلے میں انھیں امیر خسرو پر فوقیت دی ہے وہ لکھتے ہیں:- "In some ways, he was greater even than Amir Khusrau, for while the latter was more or less confined in his treatment to muslim society and adhered to the orthodox

(۱) ڈاکٹر راجدیو سنگھ "سنجیبت پدماوت" ص ۱۶ (۲) واسدیو شرن "پدماوت" ملک محمد جائسی ص ۵۰

view of Islam, the former had drunk deep at the springs of both hinduism and Islam, and was, as a matter of fact, more Hindu than muslim in his outlook on life". (1)

جائسی نے اپنی مثنوی میں جنوبی ہندوستان کے مختلف مقاموں اور دریاؤں کے نام لکھے ہیں اور اُن جگہوں کا ذکر کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اُن مقامات پر ضرور گئے ہوں گے۔ (۲)

بزمی اور جائسی کی داستانوں کا تقابلی مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بزمی نے جائسی کی داستان سے پورا استفادہ کیا ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ بزمی نے جائسی کی پدماوت کا محض فارسی ترجمہ پیش کیا ہے۔ بزمی کی داستان کے مقابلے میں جائسی داستان زیادہ مفصل دلکش اور پُراثر ہے۔ جائسی کی داستان کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ تمام داستان پر عرفانی رنگ چھایا ہوا ہے اور اس داستان کو تصوفانہ تمثیلی حکایت میں پیش کیا ہے جیسے جائسی۔ بدن انسان، چتوڑ۔ روح، رتن سین۔ عقل، پدماوتی۔ فریب، علاؤالدین۔ غفلت، طوطی۔ راہنمائی روح اور راگھو۔ شیطان۔ (۳)

Life and condions of the people of Hindustan, p. 118 (1)

Life and conditi-ons of the people of Hindustan, p. 118. (2)

(۳) "داستان پدماوت" از ملا عبدالشکور بزمی بکوشش ڈاکٹر امیر حسن عابدی ص ۱۴۔

جائسی کہتے ہیں کہ عشق کے پیدا ہونے پر دنیا کی محبت ختم ہو جاتی ہے اور محبوب سے ملنے کے لئے دل میں شدید شوق اور خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ راستے کی مشکلات کا خوف بھی مانع نہیں ہوتا اور پھر سچی محبت کی وجہ سے انسان اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ سلوک کی منزلیں طے کر کے ہی انسان عشق کامل کے درجہ کو حاصل کر سکتا ہے۔ جائسی مزید کہتے ہیں کہ عشق کی حالت مرنے سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔ اس میں نہ تو جان ہی رہتی ہے اور نہ ہی موت آتی ہے۔ محبت کے اس دشوار گذار راستے پر سچا عاشق ہی چل سکتا ہے۔ عشق کی وادی میں جو شخص پہلے سر دے کر قدم رکھتا ہے موت اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اس لئے کہ وہ پہلے ہی مردہ ہوتا ہے۔ اگرچہ عشق اور اس کے راستے نہایت دشوار گذار ہیں اور سچا عاشق ہی ثابت قدم رہ سکتا ہے لیکن جو اس سے گذر جاتا ہے وہ دونوں جہانوں سے گذر جاتا ہے اسے جنت و دوزخ کی پرواہ نہیں ہوتی اور انجام کار وہ خدا کے نور سے جا ملتا ہے۔ (۱) الغرض جائسی نے عشق اور اس کے سلک اور فنا کے درجہ تک پہنچنے کو تمثیلی شکل میں داستان میں بخوبی سمویا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا اصل مقصد پڑھنے والے کے دل میں نور معرفت اور عشق و محبت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

جائسی کی مثنوی کا طرز بیان اتنا دلکش اور پر اثر ہے کہ پڑھنے والے کے دل کو موہ لیتا ہے اور دماغ کو مسحور کر دیتا ہے۔ اس نے داستان کے کسی گوشہ کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ داستان کو جتنے بہترین طریقہ اور متاثر انداز سے لکھا جا سکتا تھا لکھا۔ اس نے عشق کا جذبہ تین کرداروں میں دکھایا یعنی رتن سین، پدماوتی اور ناگمتی میں۔ رتن سین اور پدماوتی کے دلوں میں ایک ہی طریقہ سے عشق کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جب رتن سین طوطے کے منہ سے

---

(۱) "سنجیت پدماوت" ڈاکٹر راجدیو سنگھ او شاہین ص ۲۳۔

پدماوتی کے حسن کی تعریف سنتا ہے تو اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور بدہوش ہو جاتا ہے[1] اور پدماوتی بھی جب طوطے کی زبانی رتن سین کی خوبصورتی کا بیان سنتی ہے تو اس سے محبت کرنے لگتی ہے۔ (۲) اس طرح دونوں طرف محبت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ پدماوتی وسنت پنچمی کے دن رتن سین سے ملنے کے لئے آتی ہے۔ رتن سین کی خوبصورتی دیکھ کر پدماوتی دنگ رہ جاتی ہے اور کہتی ہے کہ جیسی تعریف سُنی تھی ویسا ہی پایا۔ (۳) رتن سین پدماوتی کے حسن کو دیکھ کر بے ہوش ہو جاتا ہے ہوش آنے پر سر دھننے لگتا ہے۔ اب تک اس نے پدماوتی کے حسن کی تعریف سُنی تھی لیکن اب اسے دیکھ لیا تھا۔ وہ عشق کی شدت سے پاگل ہوا اٹھتا ہے اور سوچنے لگتا ہے کہ اب مر کر ہی اسے پا سکوں گا۔ چنانچہ اس نے اپنے لئے چتا تیار کی اور جل کر ہلاک ہونا چاہتا تھا کہ سب دیوتا اس کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ ہجر کی آگ اتنی شدید تھی گویا تینوں جہانوں کو خاکستر کر دے گی۔ تب ہی شیو دیوتا نے آ کر وہ آگ بجھائی اور رتن سین کو عشق کا راستہ دکھایا۔ (۴) دوسری طرف پدماوتی بھی ہجر کی آگ میں جل رہی تھی۔ جب رتن سین نے گڑھ گھیر لیا تو گندھرو سین کے ایلچی نے آ کر وجہ دریافت کی۔ رتن سین نے کہا مجھے پدماوتی چاہیے خواہ اس کے حاصل کرنے میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے اگر زندہ حاصل نہ کر سکا تو مر کر پاؤں گا۔ (۵) گندھرو سین کے حکم سے سب کو سولی پر لٹکانے کے لئے لایا جاتا ہے۔ رتن سین سولی دیکھ کر ہنستا ہے لوگ اس سے ہنسنے کی وجہ دریافت کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ جس کا دل پہلے ہی سے مرنے کے لئے آمادہ ہے اسے سولی سے کیا خوف آج مجھے عشق سے نجات مل جائے گی۔ (۶) سولی دینے سے قبل رتن سین سے کہا گیا کہ تم کو جسے یاد کرنا ہے کر لو تو رتن سین جواب دیتا ہے کہ میں ہر سانس میں پدماوتی کو یاد کرتا ہوں میں زندہ رہ کر بھی اسی کا ہوں اور مر کر بھی اسی کا۔ (۷) دوسری طرف پدماوتی بھی اس کے عشق میں بے قرار رہتی ہے وہ رتن سین

(۱) ایضاً ص ۲۰۴ (۲) ایضاً ص ۲۲۲ (۳) ایضاً ص ۲۴۹ (۴) ایضاً ص ۲۵۱

(۶) ایضاً ص ۲۹۸ (۷) ایضاً ص ۲۹۹

کے پاس یہ پیغام بھیجتی ہے :-

जरति जाउ हौं तुम्ह सौं दूरी।
नयनन्हि आँसु भरी वह झूरी॥
तुम्ह पर सबद चढइ घर केरा।
मोहि घर जीउ चढत नहिं बेरा॥
तुम्ह कहँ पाट हिएँ महँ राजा।
अब तुम्ह मोर दुहूँ जग राजा॥
जौं रे जिअहिं मिलि केलि कराहीं।
मरहिं तौ एकहि दोउ॥
तुम्ह पिउ जियँ जिनि होइ कछु।
मोहि जियँ होउ सो होउ॥

دونوں کے محبت کے نتیجے میں ان کی شادی ہو جاتی ہے۔ شادی کے بعد بھی ان کی محبت برقرار رہتی ہے۔ دریا کے سفر میں طوفان آجانے کے سبب دونوں علیحدہ ہو جاتے ہیں تو دونوں فراق میں تڑپتے نظر آتے ہیں۔(۱) علاؤالدین کے ذریعہ پدماوتی کی مانگ کرنے پر رتن سین مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ (۲) جب رتن سین علاؤالدین کے زندان میں محبوس ہوتا ہے تو پدماوتی بھی جدائی میں بہت روتی ہے (۳) رتن سین دیوپال سے پدماوتی کے لئے لڑتا ہے اور آخر میں اس کے لئے جان دے دیتا ہے (۴) پدماوتی بھی بغیر رتن سین کے زندگی بے کار سمجھتی ہے اور اس کے ساتھ جل کر ستی ہو جاتی ہے۔ (۵)
دوسری جانب جائسی ناگمتی کو بھی فراموش نہیں کرتے وہ رتن سین سے جدائی کے بعد

---

(۱) ایضاً ص ۴۹۱ (۲) ایضاً ۴۹۸ (۳) ایضاً ص ۷۷۷ (۴) ایضاً ص ۸۷۰
(۵) ایضاً ص ۸۷۴ —

اس کے تڑپنے کا حال پُرسوز انداز سے کرتے ہیں (۱)۔ ایک پرندے کو اس پر رحم آتا ہے۔ اور وہ اس کا پیغام نے کر سنگل دیپ رتن سین کو پہنچا دیتا ہے۔ (۲) رتن سین کے مرنے کے بعد وہ بھی اس کے ساتھ جل کر ستی ہو جاتی ہے۔ (۳)

جائسی نے اپنی مثنوی میں کرداروں کے نام دیئے ہیں جن کا بزمی نے ذکر نہیں کیا۔ جیسے پدماوت کے باپ کا نام۔ گندروسین (गंध्रब सेन)(۴)۔ ماں کا نام۔ چمپاوت (चम्पावति)(۵) پدم (पदुमा वति)(۶) اور رانی (रानी)(۷)۔ بھی پدماوت کے لئے آیا ہے۔ طوطی۔ ہیرامن۔ (हीरा-मन)(۸) حوض کا نام۔ مان سرور (मान-सरोवर)(۹)

رتن سین کے باپ کا نام۔ چترسین (चित्र सेन)(۱۰) خاتون حرم کا نام ناگمتی (नागमति)(۱۱) اور دایہ پیر کا نام۔ گامنی داسی (गामिनी दासी)

(۱۲) دریا کے بادشاہ کی بیٹی کا نام بزمی نے "رکمنی" (۱۳) لکھا ہے لیکن جائسی نے لکشمی (लछमी)(۱۴) لکھا ہے۔

---

(۱) ایضاً ص ۴۱ (۲) ایضاً ص ۴۴ (۳) ایضاً ۸۷ (۴) ایضاً ص ۱۹

(۵) ایضاً ص ۵۸ (۶) ایضاً ص ۵۸ و ۶۰ ۔ ۶۱ (۷) ایضاً ص ۶۶ و ۷۰ (۸) ایضاً ص ۶۳

(۹) ایضاً ص ۶۸ (۱۰) ایضاً ص ۸۲ (۱۱) ایضاً ص ۹۳ (۱۲) ایضاً ۹۶

(۱۳) "داستان پدماوت" ملا عبدالشکور بزمی بہ کوشش ڈاکٹر امیر حسن عابدی ص ۱۷۸

(۱۴) "پدماوت" از ملک محمد جائسی ۔ واسدیو شرن اگروال ص ۹۰۴

داستان کو تکمیل تک پہنچا کر جائسی لکھتے ہیں کہ یہ عشقیہ داستان خونِ جگر سے لکھی گئی ہے اس کے پڑھنے سے لوگوں کو عشق کے درد و غم کا اندازہ ہوگا۔ اور وہ لکھتے ہیں کہ میں نے اس لئے بھی یہ داستان لکھی ہے کہ شاید دُنیا میں یہ نشانی رہ جائے۔ کیونکہ دُنیا کی ہر چیز فانی ہے مگر عشق باقی رہتا ہے جس طرح پھول مر جاتا ہے لیکن اس کی خوشبو باقی رہتی ہے۔ (۱)

جائسی کی اس تصنیف کے مقابلے میں بزمی کی تصنیف کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ جائسی کا اندازِ بیان جتنا دلکش اور پُراثر ہے اتنا بزمی کا نہیں لیکن پھر بھی بزمی کی مثنوی "رت پدم" کی اہمیت اس وجہ سے مسلّم ہے کہ اس داستان کو فارسی ادبیات میں سب سے پہلے شامل کرنے کا شرف بزمی کو حاصل ہے۔ تقلید میں دوسرے شاعروں نے بھی فارسی میں اس داستان پر طبع آزمائی کی ہے۔ جیسے میر عسکری عاقل خاں رازی نے اس داستان کو سنہ ۱۰۶۹ھ میں منظوم فارسی میں لکھا ہے اور "شمع و پروانہ" نام رکھا۔ (۲) دوسری مثنوی بنام "پدماوت ذاکر" ہے جسے ذاکر نے سنہ ۱۲۲۲ھ میں نظم کیا۔ (۳) "بوستانِ سخن" کے نام سے ایک اور منظوم مثنوی ملتی ہے جس کا سنِ تصنیف سنِ تصنیف سنہ ۱۲۲۳ھ ہے۔ (۴) فارسی نثر میں منشی آنند رام نے اس داستان کو سنہ ۱۱۵۲ھ میں لکھا اور اس کا نام "ہنگامۂ عشق" رکھا (۵) رای گووند منشی نے بھی اس داستان کو فارسی نثر میں لکھا اور "تحفۃ القلوب" نام رکھا۔ (۶) ان کے علاوہ حسن غازانہ حسام الدین بھی رام نواب ضیار الدین احمد شاہ حسین غزنوی اور سید محمد عشرتی نے بھی۔ (۷) اس داستان پر طبع آزمائی کی۔ فارسی و ہندی کے

---

(۱) "پدماوت" از ملک محمد جائسی بہ کوشش واسدیو شرن اگروال ص ۸۷۷

(۲) "داستان پدماوت" از ملا عبدالشکور بزمی بہ کوشش ڈکٹر امیر حسن عابدی ص ۱۴

(۳) ایضاً ص ۲۰ (۴) ایضاً ص ۲۱ (۵) ایضاً ص ۲۳

(۶) ایضاً ص ۲۵ (۷) ایضاً ص ۲۶ (۱۰) ایضاً ص ۲۶

ناموں کے علاوہ داستان میں جزوی فرق بھی موجود ہے جیسے بارھویں سال میں قدم رکھتے ہی پدماوت کو راجہ نے [illegible] رہنے کو دیا (۱) جسے بزمی نے عصمتکدہ لکھا ہے۔(۲) بزمی نے عمر کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

محل میں رہنے کے لئے سہیلیاں دی گئیں جو پدماوت کی دوست تھیں اور سب کی سب کنواری تھیں (۳)

جائسی نے طوطے کو "مہا پنڈت طوطا" لکھا ہے۔ (۵)

جائسی نے لکھا ہے کہ پدماوتی کی سہیلیاں چھپی ہوئی ساریاں کنارے پر رکھ کر پدماوتی کے ساتھ مان سرور میں نہانے کے لئے داخل ہو گئیں۔ سرور کا پانی پدماوتی کے حسن سے مدہوش ہو گیا۔ سہیلیاں پانی میں کھیلنے لگیں ایک سہیلی کا ہار لاپتہ ہو گیا تو وہ رونے لگی دوسری سہیلیاں ہار تلاش کرنے لگیں پدماوتی نے بھی ان کا ساتھ دیا تو مان سرور نے کہا "جس کے لئے میں بے قرار تھا اسے آج میں نے پالیا ہے میرے دل کی آگ ٹھنڈی ہوئی ہے" اور ہار بھی مل گیا۔ (۶)

بزمی نے سہیلیوں کے کھیلنے اور ہار کے غائب ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے۔

جائسی نے لکھا ہے کہ جب طوطا اڑ کر صحرا میں آگیا تو پرندوں نے اس کی بڑی خاطر کی اور اس نے دس دن وہاں بڑے سکون سے گزارا (۷) لیکن بزمی نے لکھا کہ صحرا میں بھی اسے پدم کی یاد آئی (۸) اور اس نے دن کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

---

(۱) "پدماوتی" از ملک محمد جائسی۔ باسدیو شرن اگروال ص ۶۳ (۲) داستان پدماوت ملا عبدالشکور بزمی بہ کوشش ڈکٹر امیر حسن عابدی ص ۵۴ (۳) "پدماوت" از ملک محمد جائسی۔ واسدیو شرن اگروال ص ۶۳ (۴) داستان پدماوت" ملا عبدالشکور بزمی بہ کوشش ڈکٹر امیر حسن عابدی ص ۵۴ (۵) "پدماوت" از ملک محمد جائسی ۔ واسدیو شرن اگروال ص ۶۳ (۶) ایضاً ص ۷۲ تا ۷۵ (۷) ایضاً ص ۷۹ (۸) "داستان پدماوت" از ملا عبدالشکور بزمی بہ کوشش ڈکٹر امیر حسن عابدی ص ۶۱

جائسی نے لکھا ہے کہ سہیلیوں نے طوطے کے اُڑ جانے پر پدماوتی کو بہت تسلّی دی (۱) مگر بزمی نے لکھا ہے کہ وہ قفس کے پاس بیٹھ کر روتی رہی (۲) سہیلیوں نے ہمدردی کا اظہار نہیں کیا۔

جائسی نے طوطے کے اسیر ہونے کے سلسلے میں اس زمانے کے شکار کا طریقہ کا بھی ذکر کیا ہے کہ چڑیمار ایک بانس پر پانچ پھلوں کی شاخیں لگا کر انھیں گوندے سے آلودہ کر کے جنگل میں لاتا تھا۔ پرندے جب پھل کھانے کے لئے بیٹھتے تھے تو گوند ان کے پروں سے چپک جاتا تھا۔ اس طرح پرندے اُڑنے سے مجبور ہو جاتے تھے اور چڑیمار ان کو پکڑ لیتا تھا (۳)۔ بزمی نے یہ طریقہ لکھا ہے کہ شکاری دانے ڈال کر دام پھیلاتا تھا جب پرندے دانے کے لالچ میں آکر اس پر بیٹھتے تھے تو خود ہی اسیر ہو جاتے تھے۔ (۴)

بزمی نے لکھا ہے کہ جس ٹوکرے میں شکاری نے طوطے کو اسیر کیا تھا اس میں ایک کوّا تھا (۵) لیکن جائسی نے لکھا ہے کہ اس میں اور طوطے بھی اسیر تھے جو پکڑے جانے پر رو رہے تھے۔ پنڈت طوطے نے انھیں تسلّی دی اور ان کی ہمت بندھائی۔ (۶)

جائسی نے لکھا ہے کہ पाठान्तर पुनो کی کوئی ساعت تھی۔ (۷)

جب پدماوتی غسل کے لئے گئی تھی بزمی نے اسے کسوفِ آفتاب کا دن لکھا ہے۔ (۸)

---

(۱) "پدماوت" از ملک محمد جائسی۔ واسدیو شرن اگروال ص ۵۶ (۲) "داستان پدماوت" از ملا عبدالشکور بزمی بہ کوشش ڈکٹر امیر حسن عابدی ص ۶۰ (۳) "پدماوت" از ملک محمد جائسی۔ واسدیو شرن اگروال ص ۷۸ (۴) "داستان پدماوت" از ملا عبدالشکور بزمی بہ کوشش ڈکٹر امیر حسن عابدی ص ۶۱ (۵) ایضاً ص ۶۱

(۶) "پدماوت" از ملک محمد جائسی بہ کوشش واسدیو شرن اگروال ص ۸۲

(۷) ایضاً ص ۶۸

(۸) "داستان پدماوت" از ملا عبدالشکور بزمی بہ کوشش ڈکٹر امیر حسن عابدی ص ۵۸

جائسی نے لکھا ہے کہ چتوڑ گڑھ سے ایک بنجارا تجارت کی غرض سے سنگل دیپ کے لئے روانہ ہوا تو ایک غریب برہمن کسی سے تھوڑی رقم قرض لے کر اس کے ساتھ ہو لیا سنگل دیپ جا کر اس نے اس رقم سے طوطے کو خریدا۔(۱) بزمی نے چتوڑ گڑھ سے روانہ ہونے کا ذکر نہیں کیا بلکہ لکھا ہے کہ کچھ تاجر سنگل دیپ کے بازار میں خرید و فروخت کر رہے تھے ان کے درمیان ایک "بی مایہ" برہمن تھا جس نے اپنے پُرانے دستار سے طوطے کو خریدا تھا۔(۲)

بزمی نے لکھا ہے کہ خاتونِ حرم نے دایہ پیر کے منع کرنے پر طوطے کو قتل نہیں کیا تھا اور اسے اپنے پاس پوشیدہ رکھا تھا (۳) لیکن جائسی نے لکھا ہے کہ ناگمتی نے اپنی داسی کو طوطے کو مار ڈالنے کا حکم دے دیا تھا لیکن داسی نے راجہ کے عتاب کے خوف سے اسے نہیں مارا تھا۔(۴)

رتن سین جب سنگل دیپ کے لئے روانہ ہوتا ہے تو طوطے کی رہنمائی میں مختلف مقاموں سے گزرتا ہے۔ جائسی نے ان مقاموں اور راستوں کا ذکر اس طرح کیا ہے گویا وہ ان مقاموں پر گئے ہوں اور اُن راستوں سے گزرے ہوں جیسے:

परे आइ अब बनखँड माहाँ । डंडक आरन बीझ बनाहाँ ॥

सघन ढाँख बन चहुँ दिसि फूला । बहु दुख मिलिहि रहाँ कर भूला ॥

झाखर जहाँ सो छाड़हु पंथा । हिलगि मकोइ न फारहु कंथा ॥
दाहिने बिदर चँदेरी बाँए । दहुँ कहँ होब बाट दुहु ठाएँ ॥
एकहु जहाँ कुंड और गोला । तजु बाएँ अंधियार खटोला ॥
दक्खिन दाहिने रहै तिलंगा । उत्तर बाँक गढ़ा ॥

مزید لکھتے ہیں:

---

(۱) "پدماوت" از ملک محمد جائسی بہ کوشش واسدیو شرن اگروال ص ۸۴

(۲) "داستان پدماوت" از ملا عبدالشکور بزمی بہ کوشش ڈاکٹر امیر حسن عابدی ص ۹۳

(۳) ایضاً ص ۹۹ (۴) "پدماوت" از ملک محمد جائسی بہ کوشش واسدیو شرن اگروال۔ ص ۹۶ تا ۹۸ (۵) ایضاً ص ۱۰۵

~~आगे~~ रतनपुर सौंह दुआरा।

झार खंड है बाँऊ पहारा!

आगे पाँऊ ओड़ैसा बाएँ देहु सो बाटा!

दहिना वर्त लाइ कै उतरु समुद्र के घाटा!

جائسی نے ان سات سمندروں کا ذکر بھی کیا جس سے رتن سین گزرا اُن کے نام حسب ترتیب اس طرح سے ہیں:

~~खीर~~ समुद्र! खार समुद्र! दधि समुद्र!

उदधि समुद्र! सुरा समुद्र! किलकिला समुद्र!

मानसर ~~समुद्र~~!

بزمی نے کسی مقام کا نام نہیں دیا اور نہ ہی سمندروں کا ذکر کیا ہے اس نے فقط ایک "دریای پُر خطر" لکھا ہے (۳)

شنگل دیپ پہنچ کر رتن سین مندر میں گیا (جائسی نے مندر کی آرائش کا تفصیل سے ذکر کیا ہے) وہاں اس نے شیو دیوتا کی پوجا کی اور तपस्वी بن کر بیٹھ گیا اور پدماوتی جپنے لگا۔ رتن کی اس عبادت کا اثر پدماوتی پر بھی ہوا اور اس کا دل ہجر کی آگ سے تپنے لگا۔ تب ایک داسی نے اس کی حالت جان کر اسے تسلی دی۔ (۴)

جائسی نے لکھا ہے کہ پدماوتی وسنت پنچمی کے دن مندر میں گئی (۵) لیکن بزمی لکھتے ہیں

---

(۱) "پدماوت" از ملک محمد جائسی بہ کوشش واسدیو شرن اگروال ص ۱۵۶

(۲) ایضاً ص ۱۷۱ تا ۱۷۹

(۳) "داستان پدماوت" از ملا عبدالشکور بزمی بہ کوشش ڈاکٹر امیر حسن عابدی ص ۱۰۶

(۴) "پدماوت" از ملک محمد جائسی بہ کوشش واسدیو شرن اگروال ص ۱۶۰ تا ۱۷۷

(۵) ایضاً ص ۱۹۸

پرداخت بہ طرف بت بہانہ دل بست ولی بہ آں یگانہ (۱)

رتن سین پدماوتی کا دیدار کرتے ہی بے ہوش ہوگیا۔ جائسی نے لکھا ہے کہ پدماوتی نے اسے ہوش میں لانے کے لئے چندن کا لیپ کیا مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا تو وہ چندن سے اس کے دل پر یہ لکھ کر واپس چلی گئی کہ:

बार आइ तब गा तैं सोई !

कैसे भुगुति परापति होई !

अब जौ सूर अहैं ससिराता !

आइहि चढि सो गगन पुनि साता !

جائسی نے پدماوتی کے خواب کا ذکر کیا ہے (۳) جس کا حوالہ بزمی نے نہیں دیا۔ جائسی نے لکھا ہے کہ رتن سین کے عشق کی آگ اتنی شدید تھی کہ تمام دیوتا گھبرا گئے سب نے آکر اسے سمجھایا آخر میں شیو اور گنیش جی بھی آئے۔ رتن سین نے دیوتاؤں کا آشیرواد پاکر درویشوں کی مدد سے گڑھ گھیر لیا۔ (۴) بزمی نے لکھا ہے کہ ایک زاہد نے رت کو سمجھایا اور اسے وصال کی خوشخبری دی۔ جسے سن کر اس نے گڑھ کو گھیرا تھا۔ (۵)

جائسی نے لکھا ہے کہ بھاٹ جو رتن سین کو سولی دینے جا رہے تھے در اصل ایک دیوتا تھے اور روپ بدل کر آئے تھے۔ انھوں نے رتن سین کی اصلیت سے بادشاہ کو آگاہ کیا

---

(۱) "داستان پدماوت" از ملا عبدالشکور بزمی بہ کوشش ڈاکٹر امیر حسن عابدی ص ۱۱۸

(۲) "پدماوت" از ملک محمد جائسی بہ کوشش واسدیو شرن اگروال ص ۳۵۶ تا ۳۷۵

(۳) ایضاً ص ۴۰۰ تا ۴۱۱

(۴) ایضاً ص ۴۱۸ تا ۴۳۱

(۵) "داستان پدماوت" از ملک محمد جائسی بہ کوشش واسدیو شرن اگروال ص ۴۸۴ تا ۴۹۰

تھا۔(۱) لیکن بزمی نے لکھا ہے کہ پدماوتی نے خود اپنے باپ سے جا کر بتایا کہ یہ کوئی گدا نہیں بلکہ چتوڑ گڑھ کا بادشاہ ہے۔(۲)

محل کے جس حصے میں رتن سین اور پدماوتی کو بہ حیثیت دولہا دلہن رہنا تھا جائسی نے اسے چھ کھنڈ लिखा لکھا ہے۔ اور اس کے سات حصوں کی آرائش و زیبائش کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔(۳) رتن سین اور پدماوتی کی عشقیہ گفتگو کا بھی مفصل ذکر کیا ہے۔(۴) اور رتن سین نے جو خوشی کا ایک سال سنگل دیپ میں گذارا اس کے ہر مہینے کا ذکر خوبصورت انداز میں کیا۔(۵) بزمی نے ان واقعات کو بیان کرنے میں نہایت اختصار سے کام لیا۔

جائسی نے رتن سین کی دوری اور جدائی میں ناگمتی پر جو کیفیت گذری اس کا المناک طریقہ سے ذکر کیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے عشق کو عشق کامل کے رتبہ تک پہنچا دیا۔ ناگمتی غم میں رو رو کر اور ہجر میں تڑپ تڑپ کر کالی ہو گئی ہے اور ایک تولہ گوشت بھی اس کے جسم پر نہ رہا خون بالکل خشک ہو گیا جنگل میں وہ کوئل کی طرح کہک کہک کر روئی۔ آخر کار ایک طوطے کو اس پر رحم آگیا اور وہ اس کا پیغام لے کر رتن کے پاس پہنچانے کے لئے سنگل دیپ روانہ ہوا۔(۶)

---

(۱) "پدماوت" از عبدالشکور بزمی بہ کوشش ڈاکٹر امیر حسن عابدی ص ۱۲۷
(۲) "داستان پدماوت" از عبدالشکور بزمی بہ کوشش ڈاکٹر امیر حسن عابدی ص ۱۵۴
(۳) "پدماوت" از ملک محمد جائسی بہ کوشش واسدیو شرن اگروال، ص ۲۲۵
(۴) "پدماوت" از ملک محمد جائسی بہ کوشش واسدیو شرن اگروال ص ۲۵۶ تا ۲۷۵
(۵) ایضاً ص ۴۰۰ تا ۴۱۱
(۶) ایضاً ص ۴۱۸ تا ۴۴۴

بزمی نے بعد کے واقعات میں خاتونِ حرم کا کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ اس نے لکھا ہے کہ رتن سین نے ماں کا پیغام ایک کوے کے ذریعے پایا۔(۱)

جائسی نے لکھا ہے کہ چتوڑ گڑھ جاتے وقت جب سمندر میں طوفان آگیا تو ان کی کشتی کا رُخ لنکا کی طرف ہوگیا۔ راستے میں راکشس ملا جس کا ارادہ ڈوبتے ہوئے لوگوں کو کھانے کا تھا۔ اتفاق سے ایک راج پرند کی نظر راکشس پر پڑی تو وہ اسے اپنے جنگل میں پکڑ کر اڑ گیا۔(۲) بزمی نے اس واقعہ کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔

جائسی نے لکھا ہے کہ رتن سین نے چتوڑ پہنچ کر ناگمتی سے ملاقات کی اور اس کے ساتھ وقت گذارا تو پدماوتی کے دل میں حسد کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس نے ناگمتی سے اپنے عشق کو زیادہ سوا بتایا اور ناگمتی نے اپنے عشق کو۔ اس پر دونوں میں جھگڑا ہوگیا تو راجہ رتن سین نے آکر انھیں سمجھایا۔(۳) بزمی کے یہاں اس واقعہ کا کوئی وجود نہیں۔

بادشاہ علاؤالدین اور راجہ رتن سین کی جنگ کی تیاری دہلی سے بادشاہ علاؤالدین کی روانگی اور دونوں کا آٹھ سال تک مقابلہ جاری رکھنے کے بارے میں جائسی نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ بادشاہ علاؤالدین سے صلح ہو جانے پر راجہ رتن سین نے گڑھ کو جس خوبی سے سجایا اور پکوان بنوائے ان کا ذکر بھی مفصل کیا ہے۔(۴) بزمی نے اختصار سے کام لیا ہے۔

گورا اور بادل جو راجہ رتن سین کے قریبی لوگوں میں سے تھے انھوں نے راجہ کو بتایا کہ بادشاہ

---

(۱) "داستانِ پدماوت" از ملا عبدالشکور بزمی بہ کوشش ڈاکٹر امیر حسن عابدی ص ۱۷۔

(۲) "پدماوت" از ملک محمد جائسی بہ کوشش واسدیو شرن اگروال ص ۴۸۱-۴۰۹

(۳) ایضاً ص ۵۰۴ تا ۵۵۷

(۴) "پدماوت" از ملک محمد جائسی بہ کوشش واسدیو شرن اگروال ص ۶۲۹ تا ۶۷۲

اوپر سے دوست ہے اندر سے ہمارا دشمن ہے لیکن راجہ نے ان کی بات نہ مانی (۱) بزمی نے لکھا ہے کہ گورا اور بادل رتن کے دو وزیر تھے۔ ان کا ذکر بزمی نے اس وقت کیا رتن علاؤ الدین بادشاہ کی قید میں تھا۔ (۲)

جائسی نے لکھا ہے کہ جس زمانے میں رتن سین بادشاہ علاؤ الدین کی قید میں تھا پدماوتی کے پاس دیپال کی جانب سے ایک عورت برہمنی کا بھیس بدل کر آئی اور پدماوتی کو حیلہ وبہانہ سے اپنے ساتھ لے جانا چاہا لیکن پدماوتی اس کے فریب میں نہیں آئی۔ (۳) رتن سین جب بادشاہ کی قید سے نکل کر چتوڑ پہنچا تو پدماوتی نے اس سے یہ واقعہ سنایا۔ جسے سن کر راجہ رتن سین کو بہت غصہ آیا اور وہ فوراً دیپال سے لڑنے کے لئے روانہ ہوگیا۔ دیوپال بھی مقابلہ کے لئے آگیا۔ اس نے راجہ سے کہا چونکہ یہ جھگڑا صرف میرا اور تمہارا ہے اس لئے میں تم سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں یہ کہہ کر اس نے زہر میں بجھا ہوا تیر مارا جو راجہ کے پیٹ میں لگا۔ راجہ نے بھی اس پر حملہ کیا اور سر دھڑ سے جدا کر دیا لیکن راجہ رتن سین بھی سخت زخمی ہوگیا تھا راستے میں ہی اس نے جان دیدی (۴) ناگمتی اور پدماوتی دونوں اس کے ساتھ ستی ہوگئیں (۵) بزمی نے لکھا ہے کہ رتن زخمی حالت میں چتوڑ پہنچا اپنے بیٹے کو اپنا جانشین مقرر کیا اور پدماوتی کے سامنے جان دے دی۔ (۶) پدماوتی جل کر ستی ہوگئی۔ (۷)

---

(۱) ایضاً ص ۳۸۷ (۲) "داستان پدماوت" از ملا عبدالشکور بزمی بہ کوشش امیر حسن عابدی ص ۲-۹ (۳) "پدماوت" از ملک محمد جائسی بہ کوشش واسدیو شرن اگروال ص ۷۸۴ تا ۷۹۹

(۴) ایضاً ص ۸۷۰ (۵) ایضاً ص ۸۷۳

(۶) "داستان پدماوت" از ملا عبدالشکور بزمی بہ کوشش ڈاکٹر امیر حسن عابدی ص ۱۴۰

(۷) ایضاً ص ۲۲۱